پہلو میں کا سید چاند

حنا ملک

ساری گڑبڑ اس لباس نے پیدا کی تھی جسے پہن کر وہ ہمیشہ اس کے سامنے آتی تھی۔ یہی لباس اس کے لئے نفرتوں کے در کھول دیتے تھے۔ اس کے لباس نے دنیا ویران کردی تھی۔

بالآخر..... وہ ہار گئی' لباس سمیت

اسے گاؤں آکر کوئی خاص خوشی نہیں ہوئی تھی۔ ہر طرف بدبو' گرد' اسے یہ سب دیکھ دیکھ کر کراہیت آنے لگی تھی۔

"منیب! تم نے تو کہا تھا کہ گاؤں میں بڑا پرفضا ماحول ہوتا ہے۔" وہ ناک پر رومال رکھے پوچھ رہی تھی۔

"ہاں تو ہے ناں۔ یہ پرفضا ماحول۔ آہا..... ہا..... کیا رومینٹک ماحول ہے۔ گائے بھینسیں' ہر فکر سے آزاد اپنے اپنے کام میں مصروف ہیں۔ مکھیاں اتنا خوبصورت رقص کررہی ہیں۔ گرد سے بھرپور' خوشبودار ہوا۔ واہ مزہ آگیا۔" منیب کے بجائے معیز نے جواب دیا۔

"تم..... تم ایسے ماحول کو رومینٹک کہتے ہو۔" اس نے جھرجھری لی۔

"بی بی! آپ اپنے آبائی گاؤں میں آئی ہیں۔ پیرس کے کسی ہوٹل میں نہیں۔" معیز نے مضحکہ خیز انداز میں کہا۔ عزینہ خاموش ہوگئی۔

بچپن سے ہی وہ لندن جیسے آزاد خیال شہر میں رہتی آئی تھی۔ پھر اچانک ہی پاپا نے واپس پاکستان آنے کا ارادہ کرلیا۔ رہتے تو وہ کراچی میں تھے مگر اپنے آبائی گاؤں پہلی بار آئے تھے۔ بلیو جینز کے ساتھ وائٹ ٹی شرٹ اور لیدر کی لمبی سی جیکٹ میں ملبوس تھی۔ سپیکس میں کٹے ہوئے بالوں کی پونی ٹیل بنائی ہوئی تھی اور آنکھوں پر ڈارک گلاسز لگا رکھے تھے۔ گاڑی حویلی کے باہر رکی تو وہ سب باہر نکلے۔ بیٹھے بیٹھے اس کی ٹانگیں اکڑ گئی تھیں۔

"بسم اللہ' میرے بچے آئے ہیں۔" دادو نے بڑی گرم جوشی سے ان کا استقبال کیا۔ منیب اور معیز بڑی گرمجوشی سے سب سے مل رہے تھے۔ گھر کے باقی افراد بھی آگئے۔ وہ سب کو زیادہ پہچانتی نہیں تھی۔ ماما ابو' عدیل چاچو' نبیل چاچو' عائشہ پھوپو اور اپنی چچیوں وغیرہ سے مل کر وہ بیٹھی تو سب کزنز نے اسے گھیر لیا۔ سارہ سب کا تعارف کروا رہی تھی۔

"یہ عمارہ' زارا ہیں۔ میری بہنیں۔ یہ فرح اور طوبیٰ ہیں' عائشہ پھوپو کی بیٹیاں' یہ ابرار ہے۔"

"پلیز آپ یہ تعارف وغیرہ بعد میں کروا دیجئے گا۔ میں اس وقت بے حد تھکی ہوئی ہوں۔ آرام کرنا چاہتی ہوں۔"

وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ سب کو گویا سانپ سونگھ گیا۔ اشہر اور ولید جو ان سب سے الگ بیٹھے بزنس کے کسی مسئلے پر بات کر رہے تھے' ان سب کے اس طرح خاموش ہو جانے پر چونک گئے۔

"یہ تم لوگوں کو کیا ہوا؟ سب کی بولتیاں کیوں بند ہو گئی ہیں۔" اشہر نے کہا۔

"میں آرام کرنا چاہتی ہوں۔ ہونہہ الٹرا ماڈرن۔" ابرار نے عزینہ کی نقل اتاری۔

"ابرار! بہت بری بات ہے۔" سارہ نے ٹوکا۔

"اچھا' اور وہ محترمہ جو اتنے نخریے دکھا رہی تھیں۔ وہ اچھی بات ہے۔"

"وہ تھکی ہوئی ہے۔ سفر سے آئی ہے۔" سارہ نے کہا تو سب چپ ہو گئے۔

وہ شام کو سو کر اٹھی تو باہر ایک شور برپا تھا۔ وہ کہاں عادی تھی اتنے شور کی۔ منہ بناتی ہوئی اٹھی۔ شاور لینے کے بعد کپڑے چینج کئے اور باہر آ گئی۔ بلیک جینز کے ساتھ بلیک ٹی شرٹ میں وہ بے حد فریش لگ رہی تھی۔

"گڈ ایوننگ دادو۔" وہ دادو کو تخت پر بیٹھا دیکھ کر ان کے پاس چلی آئی۔

"ارے' یہ کیا ہوتا ہے؟" دادو نے پوچھا۔

"دادو! شام کا سلام۔" وہ مسکرائی۔

"اے لو' یہ تو موئے فرنگیوں کا سلام ہوا ناں۔" دادو نے منہ بنایا۔

"دادو! یہ شور کیسا ہے؟" اس نے بات تبدیل کر دی۔

"سب بچے چھت پر کھڑے ہیں۔ آج شعبان کی ۲۹ تاریخ ہے۔ رمضان کا چاند دیکھنے کی کوشش کر رہے ہیں۔"

"سلام علیکم دادو۔" اشہر اور ولید وہیں آ گئے۔ وہ باہر سے آ رہے تھے۔

"وعلیکم السلام۔ جیتے رہو۔" دادو نے دونوں کے سروں پر ہاتھ پھیرا۔

"دادو! سب لوگ اوپر ہیں کیا؟" اشہر نے پوچھا۔

"ہاں' منہ دھو لو' تو تم بھی چلے جاؤ۔ امید تو ہے کہ رمضان کا چاند آج ہی نظر آ جائے گا۔"

"آپ بولتی نہیں ہیں؟" اشہر اب عزینہ کی طرف متوجہ ہوا۔

"جی۔" وہ چونکی۔

"بیٹا! بہن کو بھی اوپر لے جاؤ۔ تنہا جانے سے گھبرا رہی ہے۔"

"آپ کو کس نے کہا دادو کہ میں تنہا نہیں جا سکتی؟" اس کا انداز لب و لہجہ عجیب سا تھا۔ ولید نے کچھ چونک کر اسے دیکھا تھا۔

"کسی نے نہیں کہا۔ میں خود کہہ رہی ہوں۔" دادو نے رسان سے کہا۔

"ایک منٹ' میں ابھی آیا۔" اشہر اٹھ کر چلا گیا۔

وہ ٹانگ پر ٹانگ چڑھائے بے پروائی سے چیونگم چبا رہی تھی۔ ولید نے اس کے انداز نشست کو بڑی ناگواری سے دیکھا۔ اتنی ٹائٹ جینز اور پھر بنا دوپٹے کے' وہ خاموشی سے اٹھ کر اندر چلا گیا۔

"چلیں بھئی۔" اشہر منہ ہاتھ دھو کر آ گیا تھا۔

"کہاں؟"

"اوپر۔"

"جی؟"

"بھئی میں اس "اوپر" کی بات نہیں کر رہا۔ چھت والے "اوپر" کی بات کر رہا ہوں۔" وہ اشہر کے ساتھ اوپر چلی آئی۔

"ہاں بھئی' ہوئی کوئی کامیابی؟" اشہر نے جاتے ہی ہانک لگائی۔

"کوشش تو جاری ہے۔" اسد نے کہا۔ چھت پر گویا میلہ لگا تھا۔

"چاند نظر آ گیا۔۔۔ چاند نظر آ گیا۔" اچانک شور اٹھا۔ عزینہ نے چاند دیکھنے کا یہ طریقہ پہلی بار دیکھا تھا۔ وہ ایک کونے میں جا کھڑی ہوئی۔

رہو۔" دادو نے دونوں کے

ہیں کیا؟" اشہر نے پوچھا۔
بھی چلے جاؤ۔ امید تو ہے کہ
جائے گا۔"

یں؟" اشہر اب عزینہ کی

لے جاؤ۔ تنہا جانے سے گھبرا

ما دادو کہ میں تنہا نہیں
لہجہ عجیب سا تھا۔ ولید نے

میں خود کہہ رہی ہوں۔"

ایا۔" اشہر اٹھ کر چلا گیا۔
بے پروائی سے چیونگم چبا رہی
ز نشست کو بڑی ناگواری
اور پھر بنا دوپٹے کے' وہ

یا۔
ہاتھ دھو کر آگیا تھا۔

بات نہیں کر رہا۔ چھت
وں۔" وہ اشہر کے ساتھ

یابی؟" اشہر نے جاتے ہی

" اسد نے کہا۔ چھت پر

نظر آگیا۔" اچانک شور
ے طریقہ پہلی بار دیکھا تھا۔

"مبارک ہو۔" اچانک اس کے قریب سے آواز آئی۔ اشہر کھڑا تھا۔

"کس بات کی؟"

"رمضان کا چاند نظر آنے کی۔"

"سو بات۔ وہ تو ہر سال نظر آتا ہے۔" وہ بیزاری سے بولی۔

"مگر میں تو پہلی بار دیکھ رہا ہوں۔" وہ اس کے دلکش چہرے پر نظریں جماتے ہوئے شرارت سے بولا۔

"اچھا' تو کیا آپ بھی پہلی بار گاؤں میں آئے ہیں؟" وہ نہ سمجھتے ہوئے پوچھنے لگی۔ اشہر نے ایک جاندار قہقہہ لگایا۔

"اس میں اتنا ہنسنے کی کونسی بات ہے؟" وہ چڑ گئی۔ اس کا مطلب تھا کہ وہ بھی پہلی بار گاؤں میں چاند دیکھ رہا تھا۔ اس سے پہلے کہ اشہر جواب دیتا۔ سارہ اسے کھینچ کر لے گئی۔ چاند دکھانے کے لئے۔ وہ بھی کسی حد تک ان میں گھل مل گئی کہ فطرتاً" وہ ہنس مکھ اور بے تکلف سی تھی۔

♣ ..... ✷ ..... ♣

"آج کوئی دعوت ہو رہی ہے کیا؟" سب لڑکیاں اور چچی وغیرہ کچن میں صبح سے گھسی ہوئی تھیں۔ عزینہ نے ابرار سے پوچھا۔

"تمہیں نہیں پتا؟" وہ حیرت سے بولا۔

"نہیں تو۔"

"اچھا چلو میں بتاتا ہوں۔ آج سارہ کی منگنی ہے۔"

"کیا؟ منگنی مگر کس سے؟" وہ حیران ہوئی۔

"ظاہر ہے لڑکے سے۔" ابرار نے یوں سر جھٹکا جیسے کہہ رہا ہو حد ہو گئی۔

"اوہو۔ وہ تو مجھے بھی پتا ہے مگر کس سے؟ کوئی نام تو ہو گا اس لڑکے کا۔"

"یہ تو تم اب اسی سے پوچھو۔" عزینہ اٹھ کر کچن میں آگئی۔ سارہ بڑی تندہی سے کبابوں کے لئے قیمہ تیار کر رہی تھی۔

"سارہ! آج بھی کام کر رہی ہو؟" وہ معنی خیزی سے بولی۔

"کیوں آج کونسی خاص بات ہے؟" وہ مسکرائی۔

"آج کے دن' تمہارے لئے کوئی خاص بات نہیں ہے؟" عزینہ نے قدرے چونک کر پوچھا۔

"اوہ۔ اچھا۔" سارہ مسکرائی۔

"تم نے مجھے بتایا کیوں نہیں؟" اس نے شکوہ کیا۔

"بتایا تو تھا۔"

"کب؟"

"کل شام کو۔"

"نہیں تو۔"

"ہاں سب کے سامنے تو بتایا تھا۔"

"کس وقت؟" وہ الجھ گئی۔

"بھئی جب تم اشہر کے ساتھ کھڑی تھیں۔ تب میں تم کو چاند دکھانے لے گئی تھی ناں۔"

"ہاں مگر اس وقت تم نے مجھے نہیں بتایا تھا۔"

"اُفوہ' اتنی بھلکڑ ہو۔ بتایا تو تھا کہ کل پہلا روزہ ہو گا۔"

"میں روزے کی بات نہیں کر رہی۔" وہ جھنجلا گئی۔

"ہاں تو پھر کس کی بات کر رہی ہو؟"

"تمہاری منگنی کی بات کر رہی ہوں۔"

"میری منگنی؟" سارہ مسکرائی۔ کچن میں موجود سب لوگ ہنس پڑے۔ وہ ہونق بنی انہیں دیکھنے لگی۔ آخر چڑ گئی۔

"آپ سب ہنس کیوں رہے ہیں۔ میں نے کوئی لطیفہ سنایا ہے کیا؟"

"یہ لطیفہ ہی تو ہے۔ میری منگنی ہے اور مجھے پتا ہی نہیں ہے" سارہ نے کہا۔

"تم سے کس نے کہا؟" نبیل چاچو کی بیوی ندا نے پوچھا۔

"آپ لوگ اتنا اہتمام کر رہے ہیں صبح سے۔ میں سمجھی کوئی فنکشن ہو گا۔ ابرار نے کہا کہ سارہ کی منگنی ہے۔" وہ معصومیت سے بولی۔

"وہ تو اول نمبر کا جھوٹا اور فراڈیا ہے۔ ایسی بونگیاں مارتا رہتا ہے۔" عدیل چاچو کی بیوی نائلہ نے ہنستے ہوئے کہا۔

"اوہ۔ ابرار کے بچے۔ آئی ول کل یو۔" وہ غصے سے دانت پیستے ہوئے باہر بھاگی۔ ابرار اس کے تیور دیکھ کر دور سے ہی بھاگ کھڑا ہوا مگر عزینہ نے بھی اسے پکڑ کر ہی دم لیا۔

"اچھا بابا' سوری آئندہ نہیں کروں گا۔" وہ بے چارا پٹتے پٹتے تنگ آگیا۔ عزینہ مسلسل اس پر مکے برسا رہی تھی۔ ولید ادھر سے گزرا تو ایک ناگوار سی نگاہ ان پر ڈالی۔ اسے اچھا نہیں لگا تھا عزینہ اور ابرار کا اس قدر بے تکلفی سے قریب بیٹھنا۔ دیکھنے والا کچھ بھی سمجھ سکتا ہے۔ وہ کچھ کہے بغیر آگے بڑھ گیا۔

افطاری پر اچھا خاصا اہتمام کیا گیا تھا۔ دہی بڑے' فروٹ چاٹ' پکوڑے' سموسے' کباب' آلو کا رائتہ' کھجوروں کا حلوہ' انڈوں اور بادام کا حلوہ' پلاؤ' کھجوروں کا ملک شیک' غرض دستر خوان لوازمات سے سجا ہوا تھا۔ بڑے سے کمرے میں دستر خوان بچھایا گیا تھا۔ دادو' تایا' چچا' کزنز' غرض کہ سب موجود تھے۔ اذان ہوئی تو سب نے خشوع و خضوع کے ساتھ دعا مانگنا شروع کی۔ سب لڑکیاں سروں پر سلیقے سے دوپٹے اوڑھے ہوئے تھیں مگر وہ حسب معمول جینز جیکٹ میں ملبوس تھی۔ دوپٹہ نام کی کوئی شے اس کے پاس نہیں تھی۔ وہ ایسے ہی دعا مانگنے لگی۔ دعا ختم کرنے کے بعد ولید نے بڑے عجیب انداز میں اس کو گھورا۔ ایک لمحے کو نظریں ملیں تو عزینہ گھبرا گئی۔ کچھ تو تھا ان آنکھوں میں کہ وہ گھبرانے پر مجبور ہو گئی تھی۔

♣ ـــــ ✱ ـــــ ♣

سب نے گاؤں کے قریب بہنے والی نہر پر جانے کا پروگرام بنایا تھا۔ نہر کیا تھی' گاؤں کی ایک چھوٹی سی تفریح گاہ تھی۔ بچوں کے لئے جھولوں وغیرہ کا انتظام تھا۔ چند ایک بوٹس بھی تھیں اور دو تین شالٹر بھی تھے۔ نہر پر جانے کا آئیڈیا ولید کا تھا۔ عزینہ تیار ہو کر باہر آئی تو ولید نے ایک ناقدانہ نگاہ اس کے سراپا پر ڈالی۔ بلیک ٹائٹس کے ساتھ ریڈ کلر کی لونگ جرسی' بالوں کو کھلا چھوڑ رکھا تھا۔ ڈیپ ریڈ کلر کی لپ اسٹک اس کے گورے رنگ پر چمک رہی تھی۔ سن گلاسز سر پر ٹکائے ہوئے تھے۔ گلے میں ایک چین جھول رہی تھی۔ جس کے لاکٹ پر "LOVE" لکھا ہوا تھا۔ ولید کا دل کبیدہ خاطر ہونے لگا۔

"میں نہیں جا رہا تم لوگ جاؤ۔"

"کیا ہوا ولید بھائی' طبیعت تو ٹھیک ہے؟" سارہ زارا پریشان ہو گئیں۔

"ہاں' بس میرا موڈ خراب ہو گیا ہے۔"

"ٹھیک ہے پھر ہم بھی نہیں جاتے۔" وہ سب بھی بیٹھ گئے۔

"اوہ' کم آن کامریڈز' اب ایک بندے کی خاطر پروگرام کینسل مت کرو۔" عزینہ نے فوراً" کہا مبادا پروگرام کینسل ہو جائے۔ ولید نے ایک سلگتی ہوئی نگاہ اس کے بے پرواہ انداز پر ڈالی۔

"ولید یار' کیا ہوا؟ کچھ تو بتاؤ۔ پروگرام تو تمہارا اپنا تھا۔ منیب نے کہا۔

"میں نے کہا ناں۔ میرا موڈ نہیں ہو رہا۔ تم لوگ چلے جاؤ۔" ولید نے اپنا لہجہ نرم بنانے کی حتی الامکان کوشش کی۔

"بھئی' جب وہ نہیں جانا چاہ رہے تو پھر اتنی منت سماجت کرنے کی کیا ضرورت ہے۔" عزینہ ولید کے نخروں سے الجھن محسوس کر رہی تھی۔ ولید ایک جھٹکے سے اٹھا اور اندر چلا گیا۔ سب بجھے دل کے ساتھ چل پڑے۔ سب سے زیادہ ایکسائیٹڈ عزینہ' اشہر اور معز تھے۔ عدیل چاچو کی ہما بھی کچھ پیچھے نہ تھی۔ وہاں پہنچ کر خود ہی سب فریش ہو گئے۔ سب نے خوب انجوائے کیا۔ عزینہ نے شکر ادا کیا کہ چلو گاؤں میں ایک تو بہتر جگہ ہے۔ حویلی میں بجلی اور گیس کی سہولتیں تو موجود تھیں مگر ابھی تک ٹیلی فون کی سہولت نہیں آئی تھی۔

شام ڈھلے ان کی واپسی ہوئی۔

آج آٹھواں روزہ تھا۔ سحری کے وقت سوائے عزینہ کے سب موجود تھے دستر خوان پر۔ عزینہ نے

ٹائٹس کے ساتھ ریڈ کلر کی لونگ جرسی
کھلا چھوڑ رکھا تھا۔ ڈیپ ریڈ کلر کی لپ اسٹک
گورے رنگ پر چمک رہی تھی۔ کن فالز
ہوئے تھے۔ گلے میں ایک چین جھول رہی
کے لاکٹ پر "LOVE" لکھا ہوا تھا۔ ولید
خاطر ہونے لگا۔
نہیں جارہا تم لوگ جاؤ۔"
ہوا ولید بھائی، طبیعت تو ٹھیک ہے؟" سلمان
ن ہو گئیں۔
بس میرا موڈ خراب ہو گیا ہے۔"
یک ہے پھر ہم بھی نہیں جاتے۔" وہ سب
گئے۔
کم آن کامریڈز، اب ایک بندے کی خاطر
سل مت کرو۔" عزینہ نے فوراً کہا مبادا
سل ہو جائے۔ ولید نے ایک سلگتی ہوئی نگاہ
پرواہ انداز پر ڈالی۔
یار کیا ہوا؟ کچھ تو بتاؤ۔ پروگرام تو تمہارا تھا
نے کہا۔
نے کہا ناں۔ میرا موڈ نہیں ہو رہا۔ تم لوگ
ولید نے اپنا لہجہ نرم بنانے کی حتی الامکان

جب وہ نہیں جانا چاہ رہے تو پھر اتنی منت
نے کی کیا ضرورت ہے۔" عزینہ ولید کے
ھن محسوس کر رہی تھی۔ ولید ایک جھٹکے
ندر چلا گیا۔ سب بجھے دل کے ساتھ چلے
سے زیادہ ایکسائیٹڈ عزینہ، اشہر اور معز
چچو کی ہما بھی کچھ پیچھے نہ تھی۔ وہاں پہنچ کر
خریش ہو گئے۔ سب نے خوب انجوائے
نے شکر ادا کیا کہ چلو گاؤں میں ایک تو بہتر
کی میں بجلی اور گیس کی سہولتیں تو موجود
تک ٹیلی فون کی سہولت نہیں آئی تھی۔
ے ان کی واپسی ہوئی۔
واں روزہ تھا۔ سحری کے وقت سوائے
ں موجود تھے دستر خوان پر۔ عزینہ نے

بمشکل تین روزے رکھے تھے۔
"طوبیٰ، بیٹا ذرا جا کر عزینہ سے پوچھو تو سہی۔ روزہ نہیں رکھنا کیا۔" تائی امی نے عائشہ پھوپو کی سب سے چھوٹی بیٹی طوبیٰ سے کہا۔
"ہاں! وہ کہتی ہیں میرا موڈ نہیں ہو رہا۔" تھوڑی دیر بعد طوبیٰ نے آکر کہا۔
"دلہن! ذرا جا کر دیکھو تو سہی۔ آخر بات کیا ہے؟ موڈ ہو نہ ہو روزہ رکھنا تو فرض ہے۔" دادو نے نگہت (عزینہ کی امی) سے کہا۔
"اماں جی، وہ اپنے موڈ کی مالک ہے۔ نہیں رکھے گی وہ میرے کہنے سے روزہ۔" نگہت کے کہنے پر دادو خاموش ہو گئیں۔
تایا ابو، چاچو وغیرہ سب لوگ زمینوں پر گئے ہوئے تھے۔ اشہر، منیب اور معیز بھی ساتھ ہی تھے۔ ولید گھر پر ہی رک گیا تھا۔ لڑکیاں آپس میں گپیں ہانک رہی تھیں۔ فیشن پر تبصرے ہو رہے تھے۔ ولید دادو کو اخبار پڑھ کر سنا رہا تھا۔ اچانک عزینہ کی چیخوں پر سب چونک گئے۔ ولید بے اختیار دوڑ کر گیا تھا۔
کیا ہوا؟" وہ متفکر سا پوچھ رہا تھا۔ عزینہ ولید کے بازو سے لگ کر کھڑی ہو گئی۔ "کچھ بتاؤ تو سہی ہوا کیا ہے؟"
"وہ ۔۔۔ کس ۔۔۔ سا ۔۔۔ سانپ۔" وہ سسکیاں لیتے ہوئے بولی۔ سانپ کا نام سنتے ہی سب لڑکیاں کمرے سے بھاگ گئیں۔
"کدھر ہے سانپ؟" وہ آگے بڑھا۔ "یہ رہا سانپ۔" ولید نے سانپ کو گردن سے اٹھا کر اس کے سامنے لہرایا۔
"آ ۔۔۔ ہ" وہ چیخ مار کر پیچھے ہٹی۔
"یہ نقلی سانپ ہے۔ نبیل چاچو کا بیٹا عمیر کھیلتے کھیلتے چھوڑ گیا ہو گا۔"
"وہاٹ؟ یہ ۔۔۔ یہ نقلی ہے۔ ایڈیٹ۔" وہ منہ بنا کر بولی۔
"کون؟" ولید نے پوچھا۔
"یہ سانپ اور کون۔"
ولید دھیرے سے مسکرایا مگر اس کے حلیے پر نظر پڑتے ہی رگیں سختی سے تن گئیں۔ کشادہ گلے کی سلولیس نیٹ کی نائی میں وہ کس قدر بے حجابی سے کھڑی تھی۔ ٹھیک ہے۔ وہ اس کا کزن تھا مگر تھا تو نامحرم۔ ولید کو سخت غصہ آیا۔ کچھ کہہ بھی نہیں سکتا تھا۔ محض ایک قہر آلود نگاہ اس پر ڈال کر باہر نکل آیا۔
"عزینہ بیٹا ادھر آؤ میرے پاس۔"
"جی دادو۔"
"بیٹا، حیا عورت کا زیور ہوتی ہے۔ اور اس زیور کے بغیر عورت ادھوری لگتی ہے۔ تم میری بات سمجھ رہی ہو ناں۔"
"جی دادو۔"
"تو بیٹا، اب تم پاکستان آگئی ہو۔ یہ گوروں کے لباس بھی وہیں لندن میں چھوڑ آئیں۔ مشرقی لڑکیوں کو ایسے لباس زیب نہیں دیتے۔"
"دادو، کیا ہے اس لباس میں؟ مقصد جسم ڈھانپنا ہے ناں۔ تو دیکھیں۔ میرا بازو بھی کھلا ہوا نہیں ہے۔" وہ چڑ گئی۔
"ٹھیک ہے مگر یہ لباس عریاں ہے۔ اتنے چست لباس وہ بھی خاص کر مشرقی لڑکیوں کو زیب نہیں دیتے۔ اب دیکھو ناں گھر میں خیر سے چار تایا، چچا ہیں۔ پانچ سات بھائی ہیں۔ ان کے سامنے اس طرح بنا دوپٹے کے آنا کچھ اچھا نہیں لگتا۔ ولید کو تو ویسے بھی اس قدر بے حجابی پسند نہیں ہے۔ وہ چڑتا ہے۔"
اوہ اب سمجھی۔ دادو نے خصوصاً ولید کا ذکر کیا تھا۔ یقیناً ولید نے ہی دادو سے کہا ہو گا۔ اس کا دل ولید کی طرف سے متنفر ہونے لگا۔ وہ ابھی ٹین ایج میں تھی اور ایسے میں نصیحت ویسے بھی بری لگتی ہے۔ وہ تو پھر لندن جیسے شہر کی پروردہ تھی۔
دسواں روزہ بھی گزر گیا۔ اس روز افطاری کے بعد سب مل کر بیٹھے تو جانے اسد کو کیا سوجھی۔ آئیڈیا دیا کہ ہر کوئی اپنے ہونے والے لائف پارٹنر میں جو خوبیاں دیکھنا چاہتا ہے وہ بیان کرے۔ سب سے پہلے اشہر دھر لیا گیا۔ "میں چاہتا ہوں کہ میری بیوی ایسی ہو کہ اسے دیکھ کر فوراً لوگ کہیں۔۔۔"

"آداب باجی جی۔" ابرار نے اس کی بات کاٹی۔ سب ہنسنے لگے۔

"بکواس نہ کرو۔" اشہر نے بھڑک کر کہا۔

"میری بیوی کو دیکھ کر لوگ میری چوائس کی داد دیں۔ باقی محبت اور وفاداری تو خیر ضروری ہے۔" اشہر کے بعد پھر منیب کی باری آگئی۔

"مجھے تو اپنا آئیڈیل مل چکا ہے۔" وہ کن انکھیوں سے سارہ کی طرف دیکھتے ہوئے شرارت سے بولا۔ سب اس کے پیچھے پڑ گئے۔ مگر وہ بھی اپنے نام کا ایک تھا۔ بتانا تھا نہ بتایا۔

"ہاں تو سارہ جی' اب آپ ہی کچھ بتا دیجئے۔" ابرار شوخی سے فرضی مائیک سارہ کے سامنے کرتے ہوئے بولا۔ سارہ جو اپنی سوچوں میں گم تھی' اس اچانک فرمائش پر بوکھلا گئی۔

"مم۔۔۔ میں کیا بتاؤں؟" وہ نروس ہو گئی۔

"جو موضوع چل رہا ہے۔ اسی پر اظہار خیال کریں۔" معیز کے کہنے پر سارہ نے بے اختیار منیب کی طرف دیکھا تھا۔ منیب اسے دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔

"اوہ۔۔۔" سب کی مشترکہ "اوہ" نکلی تھی۔ سارہ شرم سے سرخ ہو گئی۔

"کیا بدتمیزی ہے یہ؟" وہ اپنی خفت مٹانے کے لئے بولی۔

"بدتمیزیاں تو اب چلیں گی۔ کیوں منیب؟" وہ سب شرارت کے موڈ میں تھے۔ عزینہ کا ہنس ہنس کے برا حال تھا۔ آنکھیں پانیوں سے لبریز ہو گئیں۔ اچانک نظر سامنے اٹھی تو ولید کو موجود پایا۔ وہ جانے کب آیا تھا۔ عزینہ نے نظریں ہٹالیں۔ ولید نے کھنکھار کر اپنی آمد کا اعلان کیا اور ان کے ساتھ ہی بیٹھ گیا۔

"ولید بھائی! آپ بتائیے آپ کی شریک حیات میں کون کون سی خوبیاں ہونی چاہئیں۔" سارہ نے توپوں کا رخ ولید کی جانب مڑتے دیکھ کر شکر ادا کیا۔

"میں اپنے خیالات صرف اپنے تک محدود رکھتا ہوں۔" وہ دلکشی سے مسکرایا۔

"یہ کیا بات ہوئی بھلا۔ کچھ تو بتائیں ناں۔" ابرار مصر تھا۔

"بس یہ کہ۔۔۔ ٹھیک ٹھاک ہو۔" وہ ٹال گیا۔

"اوہو۔ بھئی تو کون چاہتا ہے کہ اس کی شریک حیات خراب ہو۔ لولی' لنگڑی' اندھی' بہری' گونگی' کالی' بھینگی' کون پسند کرتا ہے۔" ابرار جھلا گیا۔ باقی سب ہنس پڑے۔

"میرے نزدیک ظاہری خوبصورتی اور حسن کوئی معنی نہیں رکھتے۔"

"بھئی ان سے تو سر ٹکرانا ہی فضول ہے۔ ہاں بھئی عزینہ جی آپ کے کیا خیالات ہیں؟"

"مم۔۔۔ مجھے۔۔۔ مجھے کچھ نہیں پتا۔" وہ باوجود اتنی بولڈ ہونے کے گھبرا گئی۔ خاص کر ولید کی موجودگی میں تو وہ کبھی بھی نہ بتاتی۔ ولید بظاہر اپنی گھڑی کی سوئیاں درست کر رہا تھا۔ مگر کان اسی کی طرف متوجہ تھے۔

"لو بھئی ہو گئی چھٹی۔ یہ محترمہ بھی کچھ نہیں جانتیں۔" ابرار گویا سر پیٹ کر رہ گیا۔

♣ ..... ✷ ..... ♣

ولید کو بہت سخت بخار ہو گیا تھا۔ عزینہ حیران تھی کہ وہ بخار کی حالت میں بھی روزے پورے رکھ رہا تھا۔ ولید کیا بیمار ہوا گویا پورا گھر خاموشی کی لپیٹ میں آگیا۔ حالانکہ وہ ان سب کی سرگرمیوں میں زیادہ شریک نہیں ہوتا تھا مگر پھر بھی یوں لگتا تھا جیسے اب ان کی محفل میں کوئی جان ہی نہ رہی ہو۔ گھر بھر کا چہیتا اور پھر دادو کا سب سے بڑا پوتا تھا۔ سب کیوں نہ پریشان ہوتے۔ ولید نماز گھر پر ہی پڑھ لیا کرتا تھا۔

اس روز تائی امی نے اسے سوپ دیا کہ ولید کو دے آئے۔ وہ سوپ کا پیالہ لے کر اس کے کمرے میں آگئی۔ دستک نہ دے سکی کہ ہاتھ میں ٹرے تھام رکھی تھی۔ ولید بستر پر بے سدھ پڑا تھا۔ وہ بار بار اپنا سینہ مسل رہا تھا۔ وہ گھبرا گئی۔ ٹرے ایک طرف رکھا اور اس پر ذرا سا جھکی۔

"ولید بھائی' آر یو آل رائٹ؟"

"پا۔۔۔ نی۔۔۔ دو۔" وہ بمشکل بولا۔ اس بات سے بے خبر تھا کہ اس کے پاس عزینہ ہے۔ عزینہ پانی کا

... ٹھیک ٹھاک ہو۔" وہ ٹال گیا۔
...ئی تو کون چاہتا ہے کہ اس کی شریک
...و۔ لولی، لنگڑی، اندھی، بہری، گونگی،
...پسند کرتا ہے۔" ابرار جھلا گیا۔ باقی
...
...دیک ظاہری خوبصورتی اور حسن کوئی
...
...سے تو سر ٹکرانا ہی فضول ہے۔ ہاں
...پ کے کیا خیالات ہیں؟"
...مجھے کچھ نہیں پتا۔" وہ باوجود اتنی
...بیرا گئی۔ خاص کر ولید کی موجودگی میں تو
...بائی۔ ولید بظاہر اپنی گھڑی کی سوئیاں
...مگر کان اسی کی طرف متوجہ تھے۔
...گئی چھٹی۔ یہ محترمہ بھی کچھ نہیں
...ویا سر پیٹ کر رہ گیا۔

♣ ..... ✷ .....

...سخت بخار ہو گیا تھا۔ عزینہ حیران تھی
...حالت میں بھی روزے پورے رکھ
...ار ہوا گویا پورا گھر خاموشی کی لپیٹ میں
...ان سب کی سرگرمیوں میں زیادہ
...تھا مگر پھر بھی یوں لگتا تھا جیسے اب ان
...ی جان ہی نہ رہی ہو۔ گھر بھر کا چہیتا اور
...سے بڑا پوتا تھا۔ سب کیوں نہ پریشان
...گھر پر ہی پڑھ لیا کرتا تھا۔
...امی نے اسے سوپ دیا کہ ولید کو دے
...کا پیالہ لے کر اس کے کمرے میں
...دے سکی کہ ہاتھ میں ٹرے تھام رکھی
...بے سدھ پڑا تھا۔ وہ بار بار اپنا سینہ
...بیرا گئی۔ ٹرے ایک طرف رکھا اور اس

...آر یو آل رائٹ؟"
...دو۔" وہ بمشکل بولا۔ اس بات سے
...ں کے پاس عزینہ ہے۔ عزینہ پانی کا

گلاس بھر کر اس کی طرف پلٹی ایک ہاتھ اس کے سر کے نیچے رکھ کر سہارا دیا اور پانی کا گلاس اس کے ہونٹوں سے لگا دیا۔

"کیا بہت درد ہو رہا ہے؟" وہ نرم دل لڑکی تھی۔ اس کی تکلیف کیا وہ کسی کو بھی تکلیف میں نہیں دیکھ سکتی تھی۔

"آں... ہاں... آ... آپ؟ یہاں؟ میرے کمرے میں۔" اس کے حواس بحال ہوئے تو اسے دیکھ کر چونکا۔

"جی... وہ... میں... آپ کے لئے سوپ لائی تھی۔" وہ گڑبڑا گئی۔

"آپ اب جا سکتی ہیں۔ اور سنیں آئندہ بلا اجازت خصوصاً" میرے کمرے میں آنے سے گریز کیجئے گا۔" عزینہ باہر آ گئی۔ وہ اپنی شدید توہین محسوس کر رہی تھی۔ (بیماری میں بھی اس شخص کی اکڑ اور غصہ ویسا ہی ہے۔ یہ شخص آخر ہاتھ دھو کر میرے ہی پیچھے کیوں پڑ گیا ہے) وہ جتنا سوچتی اتنا ہی اس سے متنفر ہوتی۔

صحت یاب ہونے پر سب نے افطاری پر اس کے لئے پارٹی کا انتظام کیا۔ آج کافی دنوں کے بعد وہ سب کے ساتھ مل کر افطار کر رہا تھا۔ سب نے اسے بوکے اور کارڈز دیئے تھے سوائے عزینہ کے۔

"کیوں بھئی عزینہ تمہیں ولید بھائی کے صحت یاب ہونے کی خوشی نہیں ہوئی۔" فرح کے اس اچانک سوال پر وہ گڑبڑا گئی۔

"ہوئی ہے... کیوں؟" عزینہ دھیرے سے بولی۔

"تو پھر کم از کم ایک آدھ گلاب کی کلی ہی دے دیتیں۔" ابرار نے کہا۔

"ہو سکتا ہے کسی کو میرا دیا گیا پھول پسند نہ آتا۔ اس لئے۔" اس نے بات ادھوری چھوڑ دی۔ ولید نے کن انکھیوں سے اس کو دیکھا۔ وہ بلیک اور وائٹ دھاری دار شرٹ اور وائٹ پینٹ کے ساتھ بڑی سی بلیک شال اپنے گرد لپیٹ کر بیٹھی تھی۔

"یہ آپ دونوں میں کوئی لڑائی ہے کیا؟" فرح نے ولید سے پوچھا۔

"کیوں... کیا ہوا؟"

"بھئی کم از کم میں نے تو آپ دونوں کو کبھی بھی ڈائریکٹ گفتگو کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ کیوں بھئی کامریڈز، کیا خیال ہے؟" اس نے باقی سب سے تائید لینا چاہی۔

"میں صرف ان لوگوں سے بات کرتی ہوں جو میرے ٹائپ کے ہوں اور ولید بھائی... ہا... ہا..." وہ تمسخر سے ہنسی۔

"پھر آپ کی ٹائپ کا تو یہاں کوئی بھی نہیں ہے۔ کیا خیال ہے؟" ولید نے برجستہ جواب دیا۔ اشارہ اس کے حلیے کی طرف تھا۔ وہ لاجواب ہو گئی۔ باقی سب لوگ ہنسنے لگے۔ اسے یوں لگا جیسے سب اس کا مذاق اڑا رہے ہیں۔ وہ اٹھ کر باہر آ گئی۔ جانے یہ شخص کیوں ہر وقت میری بے عزتی کرنے پر تلا رہتا ہے۔ آخر میں نے کیا بگاڑا ہے اس کا۔ میری زندگی ہے، میری مرضی میں جس طرح کا بھی لباس پہنوں جو مرضی کروں، میری اپنی لائف ہے۔ وہ کون ہوتا ہے میری زندگی میں دخل اندازی کرنے والا۔ اسے کس نے حق دیا ہے کہ میرے ہر عمل پر ناگواری کا اظہار کرے یا مجھے ٹوکے۔ آخر یہ شخص کیا سمجھتا ہے خود کو۔ اشہر، اسد اور ابرار بھی تو ہیں اور سب سے بڑھ کر میرے اپنے بھائی بھی ہیں۔ جب وہ مجھے نہیں ٹوکتے تو پھر ولید کون ہوتا ہے مجھے ٹوکنے والا۔ میرے ماں باپ نے جب مجھے ہر چیز میں پوری آزادی دے رکھی ہے پھر ولید کا کیا حق بنتا ہے کہ وہ میری روک ٹوک کرے۔ وہ زہر خند انداز میں سوچ رہی تھی۔

"عزینہ! چلو اندر۔" اشہر نے آ کر اس کی سوچوں کو منتشر کیا۔

"ہاں..." وہ چونکی۔ "میں نہیں آ رہی۔"

"اب ضد مت کرو۔ چلو ناں۔"

"اشہر پلیز، میں نے کہا ناں مجھے نہیں جانا اندر کوئی زبردستی ہے کیا؟" وہ چلائی۔

"ایزی، ایزی کیا ہوا؟ ماننڈ کر گئی ولید کی بات؟"

"جب مجھے پسند نہیں ہے کہ کوئی میری لائف میں انٹرفیر کرے تو پھر کیوں سب لوگ میرے پیچھے پڑ گئے ہیں۔"

"کون لوگ؟"

"پلیز اشہر تم جاؤ یہاں سے۔"

"مگر تم۔۔۔"

"اوکے میں ہی اپنے کمرے میں چلی جاتی ہوں۔"

وہ پیر پٹختے ہوئے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔ اشہر محض اسے دیکھ کر رہ گیا۔ عزینہ کو ولید سے چڑ ہو گئی تھی۔ وہ ولید کو دیکھتے ہی منہ پھیر لیتی تھی۔ اس کا دل اب بالکل نہیں لگ رہا تھا۔ جی چاہتا تھا اڑ کر گھر پہنچ جائے۔

خلیل احمد نے اپنی خالہ زاد کزن منصب بیگم سے پسند کی شادی کی تھی۔ خلیل احمد اپنے والدین کی اکلوتی اولاد تھے۔ زمیندار گھرانے سے تعلق تھا۔ خلیل احمد کے پانچ بچے ہوئے۔ سب سے بڑے شکیل جن کے چار بچے ہوئے۔ ولید، سارہ، زارا اور عمارہ۔ خلیل احمد کو ولید سے خاص انسیت تھی۔ کہ وہ سب سے بڑے بیٹے کا بڑا بیٹا تھا۔ پھر عائشہ تھیں۔ شوہر کی وفات کے بعد واپس میکے آ گئی تھیں۔ ان کے پانچ بچے تھے۔ سب سے بڑا اشہر، پھر اسد، فرح، ابرار اور طوبیٰ۔ ان کے بعد عقیل احمد تھے۔ منیب، عزینہ اور معراج ان کی اولاد تھے۔ پھر عدیل احمد تھے جن کے دو بچے تھے۔ ہما، جو میٹرک میں تھی اور پھر سعد، اور سب سے چھوٹے نبیل احمد تھے۔ ولید سے محض دو تین سال ہی بڑے تھے۔ حال ہی میں ان کا بیٹا عدنان پیدا ہوا تھا۔ خلیل احمد کے انتقال کے بعد چاروں بیٹے شروع میں تو اکٹھے رہے پھر کاروبار کو وسعت دینا شروع کی۔ شکیل لاہور اور عقیل لندن چلے گئے۔ نبیل کراچی میں رہنے لگے اور عدیل اسلام آباد شفٹ ہو گئے۔ چاروں بیٹوں نے منصب بیگم کو ساتھ لے جانا چاہا مگر وہ آبائی گاؤں اور حویلی کو کسی صورت چھوڑنے کو تیار نہ تھیں۔ حویلی میں وہ اور عائشہ رہتی تھیں اشہر اور اسد نے باپ کا بزنس سنبھالا ہوا تھا۔ ابرار، فرح اور طوبیٰ پڑھ رہے تھے اور لاہور میں رہتے تھے۔ ہر سال ماہ رمضان میں چاروں بیٹے ماں کے پاس حویلی آتے تھے اور عید کر کے جاتے تھے۔ پچھلے چھ سات سالوں سے عقیل احمد لندن میں ہونے کی وجہ سے حویلی نہیں آ سکے تھے۔ اب دوبارہ پاکستان سیٹل ہو گئے تو حویلی بھی آ گئے۔ اماں جی اپنے بچوں اور ان کی اولادوں کو دیکھ دیکھ کر نہال ہوتی تھیں۔

♣ ..... ✷ ..... ♣

عزینہ برآمدے کی سیڑھیوں پر بیٹھی سوچوں میں غلطاں تھی۔ اسے اپنے فرینڈز یاد آ رہے تھے۔ کیتھی، نک، ڈان، جیسکا، برائن، ولیم کتنا انجوائے کرتی تھی وہ سب کے ساتھ۔ اسے یاد تھا کہ ایک بار ویک اینڈ پر وہ سی بیل پر گئے تھے۔ وہاں مذاق مذاق میں نک جیسکا اور کیتھی نے اس کو پانی میں دھکا دے دیا تھا۔ شدید سردی اور پھر ٹھنڈا پانی۔ وہ تین دن تک بخار میں جلتی رہی تھی۔ اور ایک بار ان سب نے برائن کو اس کے برتھ ڈے پر گفٹ کی جگہ ڈبے میں مینڈک ڈال کر دے دیئے تھے۔ وہ خود ہی بیٹھی مسکرا رہی تھی۔

"کیا بات ہے۔ بہت خوش نظر آ رہی ہو۔" اشہر کی آواز پر وہ چونکی۔

"ہاں۔"

"مجھے بھی بتاؤ تاکہ میں بھی خوش ہو سکوں۔"

"تم بور ہو جاؤ گے۔"

"تم کہو تو۔"

"میں اپنے فرینڈز کو یاد کر رہی تھی۔ بہت انجوائے کرتی تھی میں ان کے ساتھ۔"

"تو کیا ہم تمہارے فرینڈز نہیں ہیں؟" اشہر نے شکوہ کیا۔

"میرا یہ مطلب نہیں تھا۔ تم لوگ تو میرے کزنز ہو۔ پتا ہے جب میں واپس پاکستان آ رہی تھی تو وہ بہت زیادہ روئے تھے۔ خاص کر نک اور جیسکا، نک تو بیمار ہو گیا تھا۔ بڑی مشکل سے آنے دیا اس نے اور جیسکا وہ تو ویسے بھی میرے بغیر کھانا بھی نہیں کھاتی تھی۔ اب سوچ رہی ہوں ان کو خط لکھوں یا پھر کراچی جاتے ہی انہیں e-mail کر دوں گی۔" وہ بتا رہی تھی اور اشہر بور

ہو رہا تھا۔ اسے اس کے فرینڈز سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ وہ تو محض اس کو دیکھے جا رہا تھا سن کہاں رہا تھا۔

کاش کہ تم میری ہو سکتیں۔ اشہر محض سوچ کر رہ گیا۔

♣ ..... ✳ ..... ♣

۲۹ ویں روزے والے دن ہی چاند نظر آ گیا تھا۔ ولید بھی ان کے ساتھ چاند دیکھنے کی مہم میں شامل تھا۔ چاند نظر آتے ہی سب ایک دوسرے کو مبارکباد دینے لگے۔ عزینہ ایک طرف کھڑی تھی۔ دل بے حد اداس ہو رہا تھا۔ ولید نے ایک نظر اس کو دیکھا۔ سر دیوار سے ٹکائے وہ آنکھیں موندے ہوئے تھی۔ مٹیالی سی مسرڈ جینز کے ساتھ بلیک ٹی شرٹ میں وہ آج بھی ولید کو ہمیشہ کی طرح لگی۔ ضدی، اکھڑ اور سر پھری۔ سوچا آج چاند رات ہے اس سے دوستی کرے مگر پھر انا آڑے آئی۔ عزینہ کا دل چاہ رہا تھا۔ چیخ چیخ کر روئے۔ ابھی بھی وہ جو بات سن کر آئی تھی۔ اس کے بعد مر جانے کو جی چاہ رہا تھا۔ یہ کیسا تکلیف دہ انکشاف تھا۔ پھر ڈیڈی کا مان بھی تو تھا۔ انہوں نے کہا تھا۔ "وہ میری بیٹی ہے، انکار نہیں کرے گی۔" پھر وہ کیونکر اور کیسے ان کا مان توڑ سکتی تھی۔ روح تک کو چھلنی کر دیا تھا اس انکشاف نے کہ بچپن سے ہی اس کی شادی کی بات ولید کے ساتھ طے تھی۔ وہ شخص جس کو اس کی ہر بات سے اختلاف رہتا تھا۔ وہ بھلا اس کے ساتھ کیسے ساری زندگی بتا سکتی تھی۔ ہر کوئی جانتا تھا مگر ایک وہی اس بات سے بے خبر تھی۔ میری زندگی کا اتنا اہم فیصلہ ہو گیا اور میں بے خبر رہی۔ اس نے کرب سے آنکھیں بھینچ لیں۔

عید کے دن کے لئے دادو نے سب لڑکیوں کے لئے ایک سے کپڑے بنوائے تھے۔ البتہ کلرز ذرا مختلف تھے۔ عزینہ نے سب کے بہت اصرار کرنے پر وہ سوٹ زیب تن کیا۔ جامنی چوڑی دار پائجامہ، جامنی اور آف وائٹ آٹھ کلیوں والا کرتہ۔ جس پر نفیس سا موتیوں کا کام بنا ہوا تھا۔ دونوں شیڈز والا بڑا سا آرگنزا کا دوپٹہ اوڑھے وہ بہت اچھی لگ رہی تھی۔ سارہ نے بڑے مشرقی انداز میں اس کو تیار کیا۔ اسٹیپس میں کٹے ہوئے بالوں کو بڑی مشکل سے جامنی شیشوں والے پراندے میں مقید کیا۔ چہرے کے اطراف پر بکھری منی بالوں کی لٹیں بے حد بھلی لگ رہی تھیں۔ چوڑیاں، پازیب، جھمکے، کسر، وہ پیاری سی مغل شہزادی لگ رہی تھی۔ جب چلتی تو چوڑیوں اور پائل کی کھنک سب کو متوجہ کر دیتی۔ پہلی بار اس طرح مشرقی انداز میں تیار ہوئی تھی۔

"یہ کیا زنجیریں پہنا دی ہیں مجھے۔ الجھن ہو رہی ہے۔" وہ جھلا کر بولی تو جواباً وہ سب ہنس دیں۔ عید گاہ سے واپسی پر سب مرد حضرات گھر والوں سے ملے۔ ولید چونکہ سب سے بڑا تھا اس لئے سب اس سے عیدی مانگ رہے تھے۔ براؤن شلوار قمیص میں اس کا اونچا لمبا سراپا بے حد جچ رہا تھا۔ سارہ، فرح، زارا، عمارہ، طوبیٰ، ہما، سعد، ابرار، معہ سب نے اس سے عیدی لی۔ ایک نہیں آئی تو عزینہ نہیں آئی تھی۔ اشہر وغیرہ سب باہر نکل گئے۔ ولید کے سر میں درد تھا۔ وہ گھر پر ہی رہ گیا۔ وہ آنکھیں موند کر صوفے کی پشت سے ٹیک لگا کر بیٹھا تھا، جب چوڑیوں اور پائل کی کھنک پر متوجہ ہو گیا۔

"آپ مجھ سے اپنی عیدی نہیں لیں گی؟" اس کو اس مشرقی حلیے میں دیکھ کر دل خوش ہو گیا تھا۔ ایک دم موڈ خوشگوار ہو گیا تھا۔ عزینہ نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔ وہ مسکرا رہا تھا۔ عزینہ کا دل جل کر رہ گیا۔

"مجھے چند سو روپوں کی ضرورت نہیں ہے۔ میرے ڈیڈی مجھے بہت کچھ دے دیتے ہیں۔" وہ نہایت بدتمیزی سے کہہ کر چلی گئی۔ ولید کے لبوں پر بکھری مسکراہٹ ایک دم معدوم ہو گئی۔

"کیا سمجھتی ہے خود کو۔" وہ دانت پیس کر رہ گیا۔

عید کے دوسرے دن باقاعدہ منگنی کر دی گئی۔ ولید اور عزینہ۔ منیب اور سارا اور اشہر اور زارا۔ تین تین منگنیاں ایک ساتھ ہوئی تھیں۔ سب خوش تھے سوائے عزینہ کے۔ عید کے تیسرے دن ہی وہ لوگ واپس چلے گئے اور حویلی ایک دم سونی سونی ہو گئی تھی۔

♣ ✷ ♣

ولید کو بزنس کے کسی کام کے سلسلے میں کراچی جانا تھا۔ شکیل احمد نے فون پر عقیل احمد کو اس کے آنے کی اطلاع کردی تھی۔ اسے ان کے گھر رہنا تھا۔ اگرچہ ولید نے منع بھی کیا تھا مگر شکیل احمد نہیں مانے تھے۔ منگنی کے تقریباً" پانچ ماہ بعد وہ وہاں جارہا تھا۔ جب وہاں پہنچا تو سب سے ملاقات ہوئی سوائے عزینہ کے۔ اس کے فرینڈز آئے ہوئے تھے لندن سے۔ وہ ان کے ساتھ باہر گھومنے پھرنے گئی ہوئی تھی۔ ولید باہر جانے کے لئے اوپر سے نیچے آیا تو عزینہ کو موجود پایا۔ دو لڑکے اور ایک لڑکی تھی اور وہ بڑی بے تکلفی سے ان کے ساتھ محو گفتگو تھی۔ ولید کو اوپر سے اترتے ہوئے وہ دیکھ چکی تھی مگر نظرانداز کرگئی۔ آخر ولید نے خود پہل کی۔

"ہیلو عزینہ۔"

"اوہ۔ ہیلو۔" وہ صرف اتنا کہہ کر اپنے فرینڈز کی طرف دوبارہ متوجہ ہوگئی۔

"ہاں، برائن کیا کہہ رہے تھے تم؟" ولید کو اپنی شدید بے عزتی محسوس ہوئی۔ ایک تو یہ دوسرا اس کا حلیہ آگ لگا گیا۔ گاؤں میں تو پھر اس کا حلیہ قابل برداشت ہوتا تھا مگر یہاں تو حد ہی ہوگئی تھی۔ جینز کے ساتھ اسکن ٹائٹ ٹی شرٹ جو اس کا ایک ایک خدوخال واضح کررہی تھی۔ اور وہ کتنی بے حجابی اور بے فکری سے بیٹھی تھی۔ اس کا جی چاہ رہا تھا اسے شوٹ کر دے۔ چچا چچی پر بھی غصہ آیا۔ کیا وہ اتنے بے غیرت ہوگئے تھے کہ انہیں اپنی بیٹی کا حلیہ بھی نظر نہیں آتا تھا۔ وہ جلتا بھنتا باہر نکل گیا۔

"کون تھے یہ موصوف؟" جیسکا نے پوچھا۔

"کون؟" وہ انجان بن کر بولی۔

"وہ براؤن بوائے اینگری ینگ مین۔" نک ہنسا۔

"میرے کزن ہیں۔" وہ بے پروائی سے بولی۔

"ہی از ونڈر فل عزینہ۔" جیسکا نے مرعوب ہوتے ہوئے کہا۔

"ہا۔ ونڈر فل۔" وہ استہزائیہ انداز میں ہنسی۔

"خالی خولی پرسنالٹی پر مت جاؤ۔ بے حد دقیانوسی اور غصیلا شخص ہے۔"

"اوہ، ریئلی؟" وہ حیرت سے بولی۔

"پلیز۔ لیوس ٹاپک۔ آئی ایم بور۔" عزینہ بیزاری سے بولی۔

دو دن بعد اس کے فرینڈز واپس چلے گئے۔ ان دو دنوں میں دونوں میں کوئی رسمی سی گفتگو بھی نہیں ہوئی تھی۔ عزینہ کو اب پھر بڑی شدت سے احساس ہو رہا تھا کہ ایک ناقابل قبول شخص اس کا منگیتر تھا۔ وہ ولید سے خود بات کرنے کا سوچ کر اس کے کمرے کی طرف آگئی۔ اس نے دھیرے سے دروازہ ناک کیا۔ ولید جو نائٹ گاؤن پہن کر لیٹنے ہی لگا تھا۔ چونک گیا۔ دروازہ کھولا تو اس کو موجود پایا۔ بڑی حیرت ہوئی۔ رات کے بارہ بجنے والے تھے۔

"آپ اور اس وقت؟" وہ حیران ہوا۔

"مجھے آپ سے کچھ کہنا ہے۔"

"ایسی کون سی خاص بات ہے جو صبح نہیں ہوسکتی؟"

"آپ اندر تو آنے دیں۔" ولید نے ہچکچاتے ہوئے اسے اندر آنے کا راستہ دیا۔ بے شک وہ اس کی منگیتر تھی مگر بہرحال کوئی ایسا مضبوط رشتہ تو نہ تھا وہ اس کے لئے نامحرم تھا پھر اتنی رات گئے ایک لڑکی کا اس کے کمرے میں آنا اسے بے حد عجیب لگ رہا تھا۔

"جی فرمایئے۔" وہ بیٹھتے ہوئے بولا۔ اس کی طرف دیکھنے سے قصداً" گریز کیا۔ اس کے اس سرد رویے پر عزینہ کا دل اور متنفر ہوگیا۔ کیا منگیتر اس طرح کے ہوتے ہیں؟ اپنی فیانسی دیکھ کر نہ کوئی مسکراہٹ لبوں پر بکھری نہ آنکھوں میں شوخی تھی۔

"کیا آپ اس رشتے سے خوش ہیں؟"

"آپ کیوں پوچھ رہی ہیں؟" وہ اسے تیکھے چتون سے دیکھتے ہوئے بولا۔

"اس لئے کہ میں اس رشتے پر خوش نہیں ہوں۔"

"یہ تو آپ کو رشتہ طے ہوجانے سے پہلے بتانا

چاہتے تھا۔"

"مجھ سے پوچھا ہی کب گیا تھا؟ بھیڑ بکریوں کی طرح میرا مول لگا دیا گیا۔" وہ تلخی سے بولی۔

"تو اب آپ مجھ سے کیا چاہتی ہیں؟"

"یہی کہ آپ یہ رشتہ توڑ دیں۔" وہ حتمی لہجے میں بولی۔

"سوری! اگر آپ چاہیں تو بخوشی یہ قدم خود اٹھا سکتی ہیں۔ میں اپنے بڑوں کے فیصلے سے انکار نہیں کر سکتا۔" ولید کے دوٹوک انداز پر وہ سلگ کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

"آپ سے بات کر کے خواہ مخواہ وقت ضائع کیا میں نے۔" وہ پیر پٹختے ہوئے باہر نکل آئی۔ ولید مزید ایک دن وہاں رہا۔ پھر واپس لاہور آگیا۔ عزینہ نے فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ ڈیڈی کو صاف صاف کہہ دے گی کہ اسے یہ رشتہ پسند نہیں ہے مگر اس وقت اس کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا جب اس کی شادی کی ڈیٹ فکس کر دی گئی۔ یہ سب اتنی جلدی ہوا کہ اسے خود بھی حیرت ہوئی۔

"مام! ابھی اتنی جلدی کیا ہے میں اپنی ایجوکیشن تو کمپلیٹ کر لوں۔" وہ صاف انکار کرتے کرتے رہ گئی۔

"بیٹا! تم شادی کے بعد بھی تعلیم جاری رکھ سکتی ہو۔ یہی عمر ہوتی ہے شادی کی۔ روز روز ایسے اچھے رشتے نہیں ملتے ولید گھر کا لڑکا ہے۔ بے حد سلجھا ہوا اور خوبصورت ہے۔ آخر کیا کمی ہے اس میں؟"

"ٹھیک ہے مام۔ مگر۔" وہ اس سے آگے کچھ بھی نہ کہہ سکی۔

شادی حویلی میں ہونا تھی۔ اشہر اور منیب کی شادی بھی ساتھ ہی ہو رہی تھی۔ تینوں لڑکیاں مایوں بیٹھ چکی تھیں۔ سب نے ایک ہنگامہ سا مچا رکھا تھا۔ سارہ اور زارا کے لبوں پر ہر وقت ایک شرمگیں سی مسکراہٹ رہتی تھی جبکہ وہ بیزار بیزار سی تھی۔ پیلے رنگ سے اسے ویسے چڑ تھی اور اب تو وہ پوری کی پوری پیلے رنگ میں رنگی لگتی تھی۔ پیلا سوٹ، پیلے پھولوں والے گجرے مزید پیلا ابٹن ایک ہفتے سے وہ اسی حلیے میں تھی۔ بقول دادو اس طرح دلہن پر زیادہ روپ آتا ہے۔ عزینہ کو ایک ہی جگہ بیٹھے بیٹھے الجھن ہونے لگی۔ وہ اٹھ کر باہر چلی آئی۔ ابھی تک کسی نے اسے دیکھا نہیں تھا۔ ارادہ تھا کہ حویلی کے پیچھے واقع لان میں جا کر کچھ دیر کھلی فضا میں بیٹھے گی۔ لان میں پہنچ کر ایک گہرا سانس لیا پھر پھولوں کی طرف متوجہ ہوئی۔ مناسب دیکھ بھال نہ ہونے کی وجہ سے لان جھاڑ جھنکاڑ بنا ہوا تھا۔ گلاب کی ایک ادھ کھلی کلی پر نظر پڑی لپک کر توڑ لیا۔ پھولوں کی تو وہ ویسے بھی دیوانی تھی۔ اچانک کسی کی موجودگی کا احساس ہوا۔ ولید وہاں پہلے سے موجود تھا۔ ولید کو دیکھ کر اس کی رگیں تن گئیں۔ پیلے ملگجے سے لباس میں وہ کھلا ہوا سرسوں کا پھول لگ رہی تھی۔ عزینہ کو ولید کی نگاہیں عجیب سی محسوس ہوئیں۔ وہ وہاں سے جلد از جلد جانا چاہتی تھی۔ اچانک ہی کورس میں گانے کی آوازوں نے اسے چونکا دیا۔

تم پاس آئے یوں مسکرائے
تم نے جانے کیا سپنے دکھائے
اب تو میرا دل جاگے نہ سوتا ہے
کیا کروں ہائے کچھ کچھ ہوتا ہے

ابرار، سعد، اسد، ہما، طوبیٰ، معیز، عمارہ، فرح اور تو اور نبیل چاچو بھی ساتھ ہی تھے۔ ولید نے مسکرا کر سر جھٹک دیا۔ عزینہ نہ چاہتے ہوئے بھی سرخ ہو گئی۔ وہاں مزید رکنا مشکل ہو گیا۔

"اوئے ہوئے۔ اتنی بے تابیاں، صبر کریں۔ صرف دو دن رہ گئے ہیں۔" ابرار نے کہا۔

"چوری چھپے ملاقاتیں۔ یار اتنی بے تابی تو ہمیں بھی نہیں تھی۔" نبیل کے کہنے پر ولید مسکرا کر رہ گیا۔

"اچھا، گلاب کا پھول بھی بطور نشانی دیا ہے۔" اسد کی نظر اس کے ہاتھ میں موجود سرخ گلاب پر پڑی۔ عزینہ وہاں سے بھاگ گئی۔ سب کے مشترکہ قہقہے نے دور تک اس کا پیچھا کیا۔

♣ ——— * ——— ♣

گاؤں میں کوئی بیوٹی پارلر تو تھا نہیں اس لئے شہر

سے بیوٹیشن کو بلوایا گیا۔ جس نے تینوں کو بڑی مہارت سے تیار کر دیا۔ تینوں کے عروسی ملبوسات ایک ہی طرح کے تھے۔ رخصتی سے پہلے تینوں جوڑوں کو اسٹیج پر بٹھایا گیا۔ دولہا کے روایتی لباس اور کلاہ میں ولید بے حد شاندار لگ رہا تھا۔ دادو نے سب کی نظر اتاری۔ اچانک لائٹ چلی گئی۔ سب بوکھلا گئے۔

"مبارک ہو ڈارلنگ۔" عزینہ کے کان میں سرگوشی کی گئی۔ وہ سٹپٹا کر رہ گئی۔

"کچھ تو بولو زارا۔" سرگوشی دوبارہ ہوئی۔ عزینہ پہچان گئی۔ وہ اشہر تھا۔

"اشہر بھائی! یہ میں ہوں عزینہ۔ زارا نہیں۔"

"کیا؟" وہ گویا کرنٹ کھا کر دور ہٹا۔ اندھیرے نے ساری گڑبڑ کر دی۔

"اوئے ولید کے بچے تو میری والی کے پاس بیٹھا ہے۔"

"یار کیا مصیبت ہے میں ولید نہیں منیب ہوں۔ کیوں سارہ تم پہچانتی ہو مجھے۔" منیب نے اشہر کے بعد سارہ سے کہا۔

"منیب بھائی! میں سارہ نہیں زارا ہوں۔" وہ دھیرے سے بولی۔

"لاحول ولاقوۃ یعنی میں اتنی دیر سے خوامخواہ تم سے گفتگو کر رہا تھا۔ وہ بھی سارہ سمجھ کر۔" وہ ہڑبڑا کر اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

"زارا! سچ سچ بتاؤ اس کمینے نے تم سے کیا کچھ کہا ہے۔" اشہر کے اس انداز پر زارا کی ہنسی چھوٹ گئی۔

"جناب ولید صاحب! براہ کرم میرا علاقہ خالی کیجئے۔" منیب نے ولید سے کہا۔

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ آپ سارہ کے ساتھ بیٹھے ہیں۔" منیب نے کہا تو ولید بھی بوکھلا گیا۔

ولید نے شکر ادا کیا کہ اس نے عزینہ سمجھ کر سارہ سے کچھ کہا نہیں تھا۔ وہ عزینہ کے قریب بیٹھ گیا۔ ابھی بھی اسی تذبذب میں تھا کہ آیا وہ عزینہ ہی ہے۔ ایسے ہی اس نے عزینہ کا ہاتھ تھام لیا۔

"میرا ہاتھ چھوڑیں۔" وہ تلخی سے بولی۔ ولید کو یقین ہو گیا کہ وہ عزینہ ہی تھی۔

تھوڑی دیر بعد لائٹ آ گئی۔ رخصتی کیا ہونا تھی۔ بس ایک کمرے سے دوسرے کمرے میں شفٹ ہونا تھا۔ ولید جب اندر داخل ہوا تو حیران رہ گیا۔ وہ بڑی بے پروائی سے بیٹھی زیورات اتار رہی تھی۔ عروسی دوپٹہ ایک طرف رکھا ہوا تھا۔ ولید نے تیکھے چتون سے اسے گھورا۔ پھر ذرا اپنے آپ کو نارمل کرنے کی کوشش کی۔

"السلام علیکم!" وہ بیٹھتے ہوئی بولا۔ عزینہ نے کوئی توجہ نہ دی۔ ولید کے لب بھینچ گئے۔ "کیا ہی اچھا ہوتا اگر آپ کچھ دیر میرے آنے کا انتظار کر لیتیں۔" اب بھی وہ کوئی توجہ دیئے بغیر زیورات اتارتی رہی۔ ولید کو ایک دم غصہ آ گیا۔ اس کا بازو مضبوطی سے تھام لیا۔

"اٹھو اور یہ سب چیزیں سمیٹو یہاں سے۔" لہجے میں بلا کی سختی تھی۔

"نہیں اٹھتی۔ کیا کریں گے اور چھوڑیں میرا بازو۔ بالکل جنگلی ہیں آپ۔" وہ چلائی۔

"میں وہ کچھ کر سکتا ہوں جس کا تم تصور بھی نہیں کر سکتیں۔ ہری اپ سمیٹو یہ سب یہاں سے۔"

"میں آپ کا کوئی حکم ماننے کی پابند نہیں ہوں ولید صاحب۔"

"بڑی خوش فہم حقیقت ہے۔ شوہر ہوتا ہوں میں آپ کا۔"

"میں آپ کو پہلے بھی بتا چکی ہوں کہ مجھے آپ سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے ایسے تو ایسے سہی۔ تمہارا غرور تو مجھے توڑنا ہے اور آج ہی توڑنا ہے۔" ولید آگے بڑھا' آخر کب تک وہ مزاحمت کرتی۔ آخر کار اس آہنی وجود شخص کے سامنے بے بس ہو گئی۔

♣ ..... ✷ ..... ♣

عزینہ نے روتے روتے سر اٹھا کر قریب ہی بے فکر سوئے ہوئے ولید پر نظر ڈالی۔ کس قدر پرسکون نیند سو رہے ہو ولید احمد ایک لڑکی سے اس کی نسوانی انا

چھین کر۔ اس نے نفرت سے سوچا۔ اس طرح روتے روتے کافی ٹائم گزر گیا تھا۔ اس نے بالوں کو سمیٹا اور خود واش روم میں چلی گئی۔ اس نے محض ولید کو چڑانے کی خاطر بلیک جینز پر گرین شرٹ پہن لی۔ ولید ابھی تک سو رہا تھا۔ نیند تو اسے بھی آ رہی تھی مگر وہ ابھی سونا نہیں چاہتی تھی۔ بالوں کو ڈرائیر سے خشک کرنے لگی۔ ڈرائیر کی آواز پر ولید کی آنکھ کھل گئی۔

"تم سوئی نہیں۔" مندی مندی آنکھوں سے اسے دیکھا۔ وہ منہ پھلائے کھڑی رہی۔ ولید اٹھ کر واش روم میں چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد باہر آیا تو نظر اس کے حلیے پر پڑی۔

"تم آج کے بعد اس قسم کے مغربی لباس نہیں پہنو گی۔"

"میری مرضی، میری زندگی ہے۔ آپ کو کوئی حق نہیں پہنچتا مجھ پر پابندیاں لگانے کا۔"

"اچھا۔" وہ طنزیہ انداز میں ہنسا۔ "ویسے تمام حقوق مجھے ہی حاصل ہیں۔ لگتا ہے ابھی تک تمہاری اس ناقص عقل میں وہ بات نہیں آئی جو میں تمہیں رات بھر سمجھاتا رہا ہوں۔" وہ بڑی بے باکی سے اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ عجیب بہکی بہکی سی نظریں تھیں۔ پہلے تو کبھی بھی اس نے ایسے نہیں دیکھا تھا۔ عزینہ بے ساختہ نظریں جھکا گئی۔

"لگتا ہے اب سمجھ میں آ گئی ہے۔" ولید نے ایک ہاتھ سے اس کا چہرہ اوپر کیا۔ عزینہ نے اس کا ہاتھ جھٹک دیا۔

"میں یہی لباس پہنوں گی سمجھے آپ۔" بے حد ضدی لہجہ۔

"بصد شوق۔ مگر صرف میرے سامنے۔" وہ شوخی سے مسکرایا۔ عزینہ کے لئے غصیلے اور اکھڑ ولید کا یہ شوخ روپ نیا تھا۔

"کیوں؟"

"کیونکہ میں نہیں چاہتا کہ میری بیوی کو..... میرے علاوہ کوئی دیکھے....." وہ اس کی کمر کے گرد بازو حمائل کرتے ہوئے بولا۔ "ویسے بھی اس قسم کے چست لباس مشرقی لڑکیوں کو زیب نہیں دیتے۔"

عزینہ اس کی گرفت سے نکلنا چاہتی تھی اسی لمحے دروازے پر دستک ہوئی تو ولید نے اسے چھوڑ دیا۔

دسترخوان پر ناشتہ لگ چکا تھا۔ دادو کے حکم کے مطابق سب کو اکٹھے ناشتہ کرنا تھا۔ سارہ اور زارا کے لبوں پر بڑی شرمگیں سی مسکراہٹ رقصاں تھی۔ مگر وہ منہ پھلائے چپ چاپ بیٹھی تھی۔

"عزینہ! بیٹا ناشتہ کیوں نہیں کر رہی؟" دادو نے بالآخر پوچھ لیا۔ ولید نے بھی چونک کر اسے دیکھا۔

"دادو! دل نہیں کر رہا۔" وہ یہ کہہ کر اٹھ کر چلی گئی۔ ولید کو بے حد برا لگا اس کا یوں سب کی موجودگی میں اٹھ کر جانا۔

"جائیے اپنے روٹھے صنم کو منائیے۔" ابرار نے ولید کے کان میں شریر سی سرگوشی کی۔ ولید نے گھور کر دیکھا تو وہ بے چارا اپنی پلیٹ پر جھک گیا۔

"ناشتہ کیوں نہیں کیا تم نے؟" ولید نے اندر آتے ہی پوچھا۔

"میری مرضی۔" وہ تنک کر بولی۔

"میرے سامنے یہ اکڑ بازیاں نہیں چلیں گی۔ تم ناشتہ کرو یا نہ کرو۔ یہ الگ بات ہے مگر یوں سب کے سامنے دسترخوان پر سے اٹھ کر آنا کتنی معیوب بات ہے۔ مجھے یہ حرکت بالکل پسند نہیں آئی۔"

"جب مجھے آپ سے کوئی دلچسپی نہیں ہے تو آپ کی پسند سے بھی کوئی سروکار نہیں ہے۔"

"شٹ اپ۔" وہ غرایا۔ "آج کے بعد ایسی کوئی حرکت کی تو مجھ سے برا کوئی نہ ہوگا۔"

"ہونہہ آپ سے برا اور ہو بھی کون سکتا ہے۔" وہ پھنکاری۔

"عزینہ زبان کو لگام دو ورنہ....."

"ورنہ کیا؟ کیا کر لیں گے؟ جو کچھ کرنا تھا کر چکے۔ آپ میں جتنی انسانیت ہے اس کا مظاہرہ بھی دیکھ چکی ہوں میں۔" عزینہ کا لہجہ بے حد ضدی اور ہٹ دھرم تھا۔ ولید کا بس نہیں چل رہا تھا کیا کر ڈالے۔ اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتا۔ دروازے پر ہونے والی

دستک نے اسے روک دیا۔

♣ ..... ✷ ..... ♣

ولید کو حیرت ہوئی تھی کہ آخر عزینہ اس سے اتنا کیوں چڑتی ہے اور عزینہ کو وہ اس لئے برا لگتا تھا کیونکہ وہ ہر بات پر ٹوکتا تھا۔ یہ نہ پہنو' یہ نہ کرو' اسے پابندیاں زہر لگتی تھیں۔

ایک ہفتہ گاؤں میں رہنے کے بعد وہ لاہور آ گئے۔ شروع میں ایک بار دروازہ بجنے پر وہ کھولنے کے لئے اٹھی تو ولید نے اسے روک دیا۔

"رکو۔ پہلے اپنا گون پہن لو۔"

"پہن تو رکھا ہے میں نے۔" وہ چڑ کر بولی۔

"یہ سلیولیس نائٹی تم صرف میرے سامنے پہن سکتی ہو۔ کمرے سے باہر میں تمہیں اس حلیے میں نہیں جانے دوں گا۔" ولید کے اٹل لہجے پر وہ جلتی بھنتی واش روم میں گھس گئی۔ ہمیشہ اس کی اور ولید کی لڑائی لباس کے معاملے پر ہوتی تھی۔ عزینہ دراصل لندن جیسے آزاد خیال شہر سے آئی تھی۔ اس کے خیال میں حیا دل میں ہونی چاہئے۔ ظاہری لباس جیسا بھی ہو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اور اس کا یہ خیال غلط تھا۔ ولید قدامت پسند قسم کا بندہ تھا' وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کی بیوی پر کسی کی ذرا سی بھی غلط نگاہ پڑے۔ یہی نہیں بلکہ وہ ہر ایسی لڑکی کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتا تھا جو عریاں لباس میں ہو۔ ولید کے دوست نے ان دونوں کو اپنے ہاں کھانے پر مدعو کیا تھا۔

"تم ایسا کرو۔ یہ ساڑھی باندھو۔" ولید نے اسے خود لباس منتخب کر کے دیا۔ عزینہ کا ارادہ خود بھی یہی ساڑھی باندھنے کا تھا۔ جب وہ آئینے کے سامنے کھڑی میک اپ کو فائنل ٹچ دے رہی تھی تو ولید گنگنانے لگا۔

بہت خوبصورت ہے میرا صنم
قسم چاہے لے لو' قسم چاہے لے لو
خدا کی قسم.....

عزینہ نے بے اختیار اس کی طرف دیکھا۔ ولید نے اسے دیکھا پھر ہنستے ہوئے بولا۔

"تم کیا سمجھ رہی تھیں۔ یہ گانا میں تمہارے لئے گا رہا تھا؟"

"جی..... جی نہیں۔" وہ ایک دم گڑبڑا گئی۔

"ہاہاہا۔" اس کا قہقہہ بڑا جاندار تھا۔ "بے چاری لڑکیاں نہیں تعریف ہو رہی ہو تو فوراً" کان کھڑے ہو جاتے ہیں ان کے۔" اس کا لہجہ تمسخرانہ تھا۔

"غلط فہمی ہے یہ آپ کی۔" وہ منہ بناتے ہوئے بولی۔

سنو۔ اس ساڑھی کے ساتھ نیا بلاؤز بنوا لو۔" وہ اچانک بولا۔

"کیوں؟ یہ ہے تو سہی۔"

"بہت چھوٹا ہے یہ اور تمہیں پتہ ہے مجھے پسند نہیں ہے۔"

"آخر آپ چاہتے کیا ہیں؟" اس نے ہیئر برش بیڈ پر پٹخ دیا۔ "ہر بار آپ کی یہی تکرار ہوتی ہے۔ کیا چاہتے ہیں آپ کہ میں سات پردوں میں چھپ کر بیٹھ جاؤں۔"

"یہی سمجھ لو۔"

"آخر آپ اتنے بیک ورڈ کیوں ہیں؟"

"میں بیک ورڈ نہیں ہوں۔ بس مجھے پسند نہیں ہے کہ میری بیوی اپنے جسم کی نمائش کرتی پھرے۔"

"نہیں ہوں میں آپ کی بیوی۔" وہ چلائی۔

"بیوی نہیں ہو تو پھر کیا ہوا؟" ولید نے گھورا۔

"کھیل ہوں میں آپ کا دل بہلانے اور حکم ماننے کے لئے لائی گئی ہوں۔ جب جی چاہتا ہے کھلونے کی طرح استعمال کرتے ہیں اور جب جی چاہتا ہے اپنی مرضی مجھ پر لاگو کرتے رہتے ہیں۔"

"بکواس بند کرو۔" ولید کا ہاتھ اٹھ گیا۔ "جانتی ہو تم نے میرے ساتھ ساتھ اپنے آپ کو بھی گالی دی ہے۔ ڈوب مرنے کا مقام ہے اس عورت کے لئے جو اپنے شوہر سے یہ کہے کہ وہ اس کی بیوی نہیں کھیل ہے۔" ولید کو اتنا غصہ پہلے کبھی نہیں آیا تھا۔ اتنا بھاری ہاتھ پڑنے پر عزینہ کی آنکھوں کے سامنے تارے ناچنے لگے۔ وہ بلک بلک کر رو دی۔ ولید غصے سے باہر

نکل گیا۔ شہناز (ولید کی امی) اوپر گئیں تو عزینہ کے رونے کی آواز آئی۔

"عزینہ کیا ہوا بیٹے کیوں رو رہی ہو؟" وہ تڑپ اٹھیں۔

"تائی امی۔" وہ ان کے گلے لگ کر سسکنے لگی۔

"کیا ہوا میری جان؟" وہ گھبرا گئیں پھر نظر اس کے گال پر ثبت انگلیوں کے نشان پر پڑی۔

"یہ۔۔۔ یہ۔۔۔ کس نے مارا تمہیں؟"

"ف۔۔۔ ولید۔۔۔" وہ روتے روتے بولی۔

"کیا؟" مارے صدمے کے ان سے آگے بولا ہی نہ گیا۔ ان کا بیٹا ایسا بھی ہو سکتا ہے۔

"تم فکر نہ کرو۔ وہ آئے تو سہی۔ میں پوچھوں گی اس سے۔" تائی امی نے اسے تسلی دی اور خود باہر آگئیں۔ ولید آیا تو اس کی پیشی آگئی۔

"امی! آپ نے بلایا مجھے۔"

"آؤ، آؤ صاحبزادے۔"

"کیا بات ہے امی؟"

"کچھ نہیں، بس ذرا پھولوں کے ہار پہنانے ہیں آپ کو۔ اتنا بڑا کارنامہ جو کیا ہے۔" وہ مسلسل طنز کر رہی تھیں۔

"کیا مطلب امی میں سمجھا نہیں؟" وہ الجھ گیا۔

"بہت باغیرت اور بہادر ہے میرا بیٹا۔ عورت پر ہاتھ اٹھانا مردانگی سمجھتا ہے۔" اوہ تو عزینہ نے آخر بتا ہی دیا۔ ولید سے نگاہیں نہ ملائی گئیں۔

"چپ کیوں ہو۔ آخر کون سی ایسی بات ہو گئی ن۔ جو تم نے بچی پر ہاتھ اٹھایا۔"

"وہ۔ امی۔" وہ اب انہیں کیا بتاتا۔

"یقیناً غلطی تمہاری ہی ہو گی جو چپ کھڑے ہو۔ کیا اسی دن کے لئے تمہیں پڑھایا لکھایا تھا۔ کیا فرق رہ گیا آخر تم میں اور ایک گنوار شخص میں؟ بہت افسوس ہوا ہے مجھے تمہاری اس حرکت سے۔ یقین کرو تم نے مجھے اس بچی سے نظر ملانے لائق نہیں چھوڑا۔"

"مگر۔۔۔ امی۔۔۔ وہ"

"بس جاؤ اور جا کر اسے مناؤ۔" ماں کے کہنے پر وہ جلتا بھنتا اپنے کمرے میں چلا گیا۔ وہ بیڈ پر آڑھی ترچھی لیٹی تھی۔ ولید کو اس پر شدید غصہ آیا۔ ایک جھٹکے سے اسے سیدھا کیا۔ وہ شاید سو رہی تھی ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی۔ ولید نے اس کے شانوں کو اپنے مضبوط آہنی ہاتھوں میں جکڑ لیا۔ کچھ دیر اسے یونہی زہر خند انداز میں گھورتا رہا۔ عزینہ کو یوں محسوس ہوا جیسے اس کے بازوؤں میں آہنی سلاخیں گاڑ دی گئی ہوں۔ درد کی شدت سے اس کی آنکھیں لبریز ہو گئیں۔ ولید نے اسے ایک جھٹکے سے بیڈ پر پٹخ دیا۔ وہ حیران و پریشان صورت لئے اسے تکتی رہی۔ ولید نے اب اس سے مکمل کنارہ کشی اختیار کر لی تھی۔ اس سے مخاطب ہوتا نہ کوئی کام کہتا۔ پہلے جو روک ٹوک کرتا رہتا تھا۔ وہ بھی ختم ہو گئی۔ اسے اس سے کوئی سروکار نہ تھا کہ وہ کیا کر رہی ہے، کہاں جا رہی ہے، کیا پہن رہی ہے۔ وہ سب کے سامنے بھی کبھی اس سے مخاطب نہ ہوتا تھا۔ عزینہ کو پہلے پہل تو یہ سب بہت اچھا لگا مگر چند دن گزرنے کے بعد اس کی یہ بے رخی بہت شدت سے محسوس ہونے لگی۔ بہت دل چاہ رہا تھا کہ وہ وہی پہلے والا ولید بن جائے۔ اسے ولید سے انسیت سی ہو گئی تھی یا یوں کہنا چاہئے کہ عادت ہو گئی تھی۔

اشہر اور زارا لاہور آئے ہوئے تھے۔ زارا بے حد خوش لگ رہی تھی۔

"کیا بات ہے۔ آج کل تم دونوں کی کوئی لڑائی چل رہی ہے کیا؟" اشہر نے دونوں کے سرد رویے کو محسوس کرتے ہوئے کہا۔ دونوں خاموش رہے۔ کیا کہتے، آخر عزینہ ہی بول پڑی۔

"نن۔۔۔ نہیں تو۔۔۔ ایسی تو کوئی بات نہیں ہے۔ ان کی۔۔۔ عادت کا تو تمہیں پتہ ہے زیادہ بولتے نہیں ہیں۔"

"واہ بھئی۔ بڑی جلدی عادتیں جان لیں۔ بڑا خوش قسمت ہے ولید اور ایک ہم ہیں کہ۔۔۔" اس نے ٹھنڈی آہ بھری۔

"کیا۔۔۔ کیا؟ ذرا پھر سے کہیے۔" زارا اچھلی۔

"ہاں تو ٹھیک ہی تو کہہ رہا ہوں میں۔" وہ شرارت

"عزینہ! کچھ تو بتاؤ ناں۔"

"کچھ نہیں۔ بس ایسے ہی دل بھر آیا تھا۔" وہ اٹھ کر چلی گئی اور سارہ کو پریشانی میں مبتلا کر گئی۔

شام کو افطاری کے بعد ہی سارہ ولید کے پاس چلی آئی۔

"ولید بھائی! مجھے آپ سے کچھ ضروری بات کرنی ہے۔"

"کوئی خاص بات ہے کیا؟" وہ مسکرایا۔

"بے حد خاص اور اہم۔ ولید بھائی! آپ کا عزینہ بھابی سے کوئی کلیش ہوا ہے؟" وہ بلا تمہید پوچھنے لگی۔ ولید کے مسکراتے لب بھنچ گئے۔

"تم کیوں پوچھ رہی ہو؟ کیا عزینہ نے تم سے کچھ کہا ہے؟"

"نہیں اس نے کچھ نہیں کہا۔ میں نے خود محسوس کیا ہے۔ آپ نے اس کی حالت دیکھی ہے۔ دن بدن نکھرنے کی بجائے وہ گھلتی جا رہی ہے۔ آخر کوئی تو وجہ ہوگی۔"

"پلیز سارہ۔ اس ٹاپک کو یہیں ختم کردو۔"

"کیسے ختم کردوں۔ اگر کوئی بات ہے تو اسے ابھی کلیئر کردیں۔ ورنہ یہ چھوٹی موٹی باتیں ساری زندگی کا روگ بن جاتی ہیں۔"

"میں اپنے معاملات میں کسی کو شریک نہیں کرتا۔ پلیز مجھے مجبور مت کرو۔ تمہیں معلوم ہے کہ میں اپنے مسائل کسی سے شیئر نہیں کرتا۔" ولید کے دو ٹوک انداز پر وہ بجھے دل کے ساتھ اٹھ کر باہر چلی آئی۔

♣ ..... ✳ ..... ♣

چاند رات کو سب لوگ چھت پر کھڑے ہلہ گلہ کر رہے تھے۔ صرف ولید نیچے اپنے کمرے میں تھا۔ سب کس قدر خوش تھے۔ ایک وہ تھی۔ اداس، پریشان دلگرفتہ۔ ہر بار چاند رات میرے لئے اداسیاں ہی کیوں لاتی ہے۔ سب لوگ اپنی خوشی میں مگن تھے۔ وہ چپکے سے نیچے آگئی۔ کاش اس دفعہ میں اور ولید بھی سب لوگوں کی طرح چاند دیکھ رہے ہوتے۔ دل کے کسی

دعا

دعا روح اور آرزو کی ہم آہنگی کا نام ہے۔ دینے اور لینے والے کے مابین ایک ایسے لمحے کی تخلیق کا پیش لفظ ہے جس میں خواہشوں کی تکمیل موجزن رہتی ہے۔ دعا نہ مانگنے والے ہاتھ ریگستانوں کی طرح خالی رہتے ہیں جس پر پانی کی ایک بوند برسائے بغیر بادل تیزی سے گزر جاتے ہیں۔

شازیہ ناز ڈرگ روڈ

کونے میں خواہش جاگی۔ آنکھیں نمکین پانی سے جل تھل ہونے لگیں۔ ضبط کا بندھن ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ جی چاہ رہا تھا جا کر منا لے اس ستم گر کو۔ آخر وہ اس کا شوہر تھا۔

اشہر کو پسند نہیں ہے کہ کوئی اس کی بیوی کو دیکھے۔ زارا کی آواز کی بازگشت سنائی دی۔ شوہر کی پسند کا خیال بیوی نہیں رکھے گی تو اور کون رکھے گا۔ جب اشہر، جسے میں بہت زیادہ براڈ مائنڈڈ اور لبرل سمجھتی تھی، یہ بھی برداشت نہیں کر سکتا کہ اس کی بیوی کے بالوں کو بھی کوئی دیکھے تو پھر ولید کیسے برداشت کر سکتے ہیں کہ ان کی بیوی اپنے جسم کی نمائش کرتی پھرے۔ دماغ کی پرزور دلیل کے آگے وہ بے بس ہوگئی۔ شوہر مجازی خدا ہوتا ہے۔ اس کی خدمت کرنا اور اس کا حکم ماننا بیوی پر فرض ہوتا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا ہے کہ اگر خدا کے بعد کسی کو سجدہ کرنا جائز ہوتا تو میں بیوی سے کہتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شوہر کا بیوی پر کتنا زیادہ حق رکھا ہے۔ وہ عورتیں جو اپنے شوہر کی خوشی کا خیال رکھتی ہیں وہ جنتی ہیں۔ اگر تمہارا شوہر تمہاری کسی بات کو ناپسند کرتا ہے تو فوراً اسے ترک کردو اور شوہر کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے وہ کام کرو جو اسے پسند ہو۔ حضورؐ نے فرمایا۔ "اگر کوئی عورت اس حالت میں مرے کہ اس کا شوہر اس سے خوش ہو تو وہ جنت میں جائے گی۔" دادو کی ایک بار سب لڑکیوں کو کہی گئی باتیں عزینہ کو یاد آرہی تھیں۔ مان لو عزینہ احمد کو تمہیں اس سے محبت ہوگئی ہے۔ دل کی آواز پر اس کی آنکھیں بھر آگئیں۔

"ولید۔۔۔ پلیز۔۔۔ پلیز مجھے معاف۔۔۔ کردیں۔۔۔

آپ تو... آپ تو بہت... اچھے ہیں... میں... میں ہی بہت بری ہوں... پھر... پھر آ... آپ مجھے یوں بے رخی کی اذیت کیوں دے رہے ہیں... کیوں... کیوں مجھے یوں تڑپا تڑپا کر مار رہے ہیں؟" وہ اس کے قدموں میں بیٹھ کر رو دی۔ ولید نے چونک کر دیکھا۔ کچھ دیر یونہی خاموشی سے اسے دیکھتا رہا پھر کروٹ بدل کر لیٹ گیا۔ عزینہ کے دل میں ٹیس سی ابھری۔ وہ بجھے دل کے ساتھ اٹھ کر باہر چلی آئی۔ سب لوگ بڑے کمرے میں جمع تھے۔

"ولید بھائی سو گئے کیا؟" سارہ نے پوچھا۔

"ہاں... شاید۔" وہ اپنی آنکھوں کی نمی کو چھپاتے ہوئے بولی۔

"کیا بات ہے عزینہ۔ تم رو کیوں رہی ہو؟" معیز نے پوچھا۔

"نن... نہیں... نہیں تو۔ میں رو... تو نہیں رہی۔" وہ جبراً مسکرائی۔

"پھر یہ آنسو؟" فرح نے پوچھا۔ سارہ ڈسٹرب ہو گئی۔

"وہ پتا نہیں... شاید آنکھ میں کچھ پڑ گیا ہے۔"

"واقعی؟" ابرار نے کچھ ایسی نظروں سے دیکھا کہ وہ بے اختیار نظریں چرانے پر مجبور ہو گئی۔ وہ بلا کا چہرہ شناس تھا۔

"تم لوگوں کو میری بات پر یقین کیوں نہیں آ رہا؟" وہ روہانسی ہو گئی۔

"اچھا بابا آ گیا یقین۔ چلو مہندی تو لگاؤ ناں ہمیں۔" طوبیٰ نے کہا۔ وہ مہندی لگانے میں ماہر تھی۔ سب کو مہندی لگائی۔ رات کے دو بج چکے تھے۔ وہ وہیں سو گئی۔

صبح عید کی نماز پڑھ کر جب سب مرد حضرات واپس لوٹے تو سب لڑکیاں تیار ہو چکی تھیں۔ ولید نے سب کو عیدی اور عید کی مبارکباد دی۔ عزینہ نے چپکے سے نظر اٹھا کر اسے دیکھا۔ پیپر کاٹن کے سفید کلف لگے کڑکڑاتے سوٹ میں وہ بے حد شاندار لگ رہا تھا۔ اسی لمحے ولید نے بھی عزینہ کو دیکھا تو نظریں ملنے پر عزینہ گڑبڑا گئی۔ اور نظروں کا زاویہ تبدیل کر دیا۔ وہ دادو کے پاس بیٹھی تھی۔ بلیک ساڑی جس کے فیروزی کلدار بارڈرز تھے۔ فیروزی بلاؤز ہلکی پھلکی میچنگ جیولری اور مناسب میک اپ' وہ بہکا دینے کی حد تک حسین لگ رہی تھی۔ ولید کے جذبات میں تلاطم بپا ہو گیا۔

"عید مبارک دادو۔" وہ دادو سے پیار لینے کے لئے جھکا۔ کن انکھیوں سے اس کو دیکھا۔ وہ سر جھکائے اپنے ناخنوں سے کھیل رہی تھی۔

"جیتے رہو۔ میرے بچے۔" دادو نے پیار کیا۔

عزینہ کے دل پر ایک بھاری بوجھ آن پڑا۔ اس سنگدل نے اسے عید مبارک تو کجا ایک نظر بھر کے دیکھنا بھی گوارا نہیں کیا تھا۔ سب لوگ ہنس رہے تھے۔ قہقہے لگا رہے تھے۔ اس کا نہیں چاہ رہا تھا وہاں بیٹھنے کو۔ اٹھ کر اپنے کمرے میں چلی آئی۔

"ارے اسے کیا ہوا؟" سب سے پہلے اشعر نے نوٹ کیا۔

"لگتا ہے ابھی تک ولید بھائی نے عیدی نہیں دی۔ جب ہی وہ ناراض ہو گئی ہے۔" ابرار شرارت سے بولا۔

"جاؤ یار' کیوں تنگ کر رہے ہو۔" نبیل چاچو نے کہا تو وہ مسکراتے ہوئے اٹھ گیا۔ وہ بے آواز رو رہی تھی۔

"اوہو۔ اوں۔" کھنکھار کر اپنی آمد کا اعلان کیا۔ وہ چونک گئی۔

"اوہ۔" ولید کو دیکھ کر اس کے ہونٹ سکڑ گئے۔ آنسوؤں کی روانی میں تیزی آ گئی۔

"اوں ہوں۔ آج نہیں۔" ولید نے اس کے آنسو اپنی پوروں پر چن لئے۔ وہ دھیرے دھیرے سسکیاں لیتی رہی۔

"آپ کے ہاں عید مبارک کہنے کا رواج نہیں ہے؟" دلکش لہجہ اس کے لبوں پر بڑی شریر مسکراہٹ رقصاں تھی۔

"عید مبارک۔" وہ دھیرے سے بولی۔

"ایسے دیتے ہیں مبارکباد روکھی پھیکی۔ بے رنگ

ی۔ ہمیں آپ کی یہ مبارکباد قبول نہیں ہے۔" وہ مصنوعی خفگی سے بولا۔

"تو۔۔۔ تو پھر کیسے دوں؟" وہ حیران ہوئی۔

"ایسے۔" ولید نے اپنے دونوں بازو پھیلا دیئے۔ وہ اس کا عندیہ جان کر گلنار ہو گئی۔

"سوچ لو۔ اگر مبارکباد نہ دی تو عیدی سے ہاتھ دھونا پڑیں گے۔"

"ہمیں نہیں چاہئے سنگدل لوگوں کی عیدی۔" وہ روٹھے پن سے بولی۔

"ہاہاہا۔" اس کا قہقہہ بڑا جاندار تھا۔ "سنگدل تو تم خود ہو۔ مسلسل چار ماہ سے دوری کی اذیت دے رکھی ہے۔ بالکل پتھر ہو۔"

پتھر مجھے کہتا ہے میرا چاہنے والا
میں موم ہوں اس نے مجھے چھو کر نہیں دیکھا

اس نے برجستہ شعر پڑھا۔

"بہت خوب۔ تو شعر و شاعری بھی کرنے لگی ہو۔ ویسے اب تم یہ دعویٰ نہیں کر سکتیں۔" وہ مسکرایا۔

"کونسا۔۔۔ پہلا؟" اشارہ شعر کے پہلے مصرعے کی طرف تھا۔

"نہیں دوسرا۔" اس کے شریر انداز پر وہ جھینپ گئی۔

"آپ بہت۔۔۔"

"اچھا ہوں' ہے ناں۔" ولید نے اس کا جملہ اچک لیا۔

"بڑی خوش فہمی ہے جناب کو۔"

"خوش فہمی نہیں یقین ہے اور یہ یقین تم نے دلایا ہے۔"

"میں نے؟"

"ہاں جب تم چوری چوری مجھے دیکھ رہی تھیں۔" ولید کے کہنے پر وہ نظریں جھکا گئی۔

"جھوٹے ہیں آپ؟"

"کیا کریں صاحب' اب تو آپ کو ساری عمر اسی جھوٹے کے ساتھ رہنا ہے۔" ولید کا لہجہ' اس کا انداز' اس کی گفتگو' عزینہ تو دھنک رنگوں میں نہا گئی تھی۔

"سنو تمہیں مجھ سے کتنی محبت ہے؟" اچانک ولید نے پوچھا۔

"اگر یہی سوال میں آپ سے کروں تو؟"

"تو سن لو کہ تم میری اولین چاہت ہو۔"

"اچھا مگر آپ کے تو ہر انداز سے یوں لگتا تھا جیسے مجھ سے زیادہ نفرت شاید ہی آپ کو کسی سے ہو۔"

"دراصل میرے خیال میں ہر چیز کا ایک وقت ہوتا ہے۔ میں نے سوچا کہ چیز اپنی ہے۔ بعد میں جی بھر کر پیار جتائیں گے۔" وہ مسکرایا پھر بولا۔ "عزینہ' میں نے ہمیشہ ایک مشرقی لڑکی کو بیوی کے روپ میں دیکھا تھا۔ اور صرف اسی لئے میں تمہیں بھی مشرقی رنگ دینا چاہتا تھا۔" عزینہ کی آنکھوں میں تشکر سے پانی بھر آیا۔ انجانے میں وہ ایسے شخص کی محبت کی مستحق ہو گئی تھی جو آئیڈیل کہلائے جانے کے لائق تھا۔

"عید کی مبارک باد دے دو۔ ورنہ۔۔۔" ولید نے شوخی سے کہا۔

"ورنہ کیا؟" وہ ناز سے بولی۔

"ورنہ تم جانتی ہو میں بہت کچھ کر سکتا ہوں۔"

"آپ تو ہیں ہی بے ایمان۔ اتنی مشکل شرط جان بوجھ کر رکھی ہے۔"

"مشکل ہے ناممکن تو نہیں۔" یہ کہتے ہی ولید نے اس کو اپنے حصار میں لے لیا تھا۔ عزینہ نے اس کی گرفت سے نکلنے کی کوشش کی۔ ولید اس کی اس بے کار کوشش پر محظوظ ہو کر رہ گیا۔ اس نے اپنا بھرپور استحقاق استعمال کیا۔

عزینہ کو آج معلوم ہوا تھا کہ سچی محبت کے کتنے ہیں۔ حیاء عورت کا زیور ہے اور عورت کو ہر حال میں اس کی حفاظت کرنا ہوتی ہے۔ عریاں لباس تو بہت سی میلی نگاہوں کی توجہ کا مرکز بنتے ہیں۔ کاش کہ ہمارے معاشرے کا ہر مرد ولید کی طرح سوچنے لگے اور عورتیں اپنا وقار بلند رکھیں اور اپنی نسوانی حیاء کا علم گرنے نہ دیں۔